

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سید الحق مدظلہ

ضبط و ترتیب: مولانا مفتی عبدالمعتم حقانی

معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی الاقتصاد فی الحب والبغض

محبت اور نفرت میں میانہ روی کا بیان

حدثنا ابو كريب ثنا سويد بن عمرو الكلبي عن حماد بن سلمة عن ايوب عن محمد بن سيرين عن ابي هريرة 'أراه رفعه' قال: 'أحب حببيك هونا ماعسى أن يكون بغضك يوماً ما' وأبغض بغضك هونا ما عسى أن يكون حببيك يوماً ما.. هذا حديث غريب لا نعرفه بهذا لاسناد إلا من هذا الوجه. وقد روى هذا الحديث عن أيوب باسناد غير هذا 'رواه الحسن ابن ابي جعفر' وهو حديث ضعيف ايضاً 'باسناد له عن علي عن النبي ﷺ والصحيح هذا عن علي موقوف.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے (اور راوی کہتا ہے) کہ میرے خیال کے مطابق انہوں نے یہ روایت مرفوعاً نقل کی ہے (فرماتے ہیں کہ اپنے دوست کے ساتھ (معمول کے مطابق) انداز سے) محبت کرو ہو سکتا ہے کہ کسی دن وہ آپ کا دشمن بن جائے اور اپنے دشمن کے ساتھ تھوڑی نفرت کرو ہو سکتا ہے کہ وہ کسی دن آپ کا دوست بن جائے۔۔۔ یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے اس اسناد کے ساتھ اس مذکورہ طریق کے علاوہ کسی اور طریق سے نہیں پہچانتے۔ اور یہ حدیث ایوب سے بھی اس اسناد کے علاوہ دوسری اسناد سے روایت ہوئی ہے۔ اس کی روایت حسن بن ابی جعفر نے کی ہے۔ اور یہ بھی ایک ضعیف حدیث ہے، اسی کی اسناد سے حضرت علیؓ سے اور انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث حضرت علیؓ سے موقوفہ روایت ہوئی ہے۔

توضیح و تشریح: اسلام ایسا توازن اور اعتدال کا مذہب ہے کہ فطری اور طبعی چیزوں میں بھی اعتدال، توازن اور میانہ روی کو پسند کرتا ہے، محبت اور نفرت بھی انسان میں فطری طور پر موجود ہوتی ہیں۔ اور محبت و نفرت دو ایسی چیزیں ہیں جو کہ انسان کو اعتدال کی راہ پر گھم نہیں رہے۔ بلکہ یہ انسان کو اعتدال سے نکال دیتی ہیں۔ حدیث پاک

میں ہے کہ ”حبک النشی یعمی ویصم“ یعنی کسی چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا بنا دیتا ہے۔ اور وہ پھر اس کی برائی کو بھلائی اور اس کے عیب کو تصور کرتا ہے۔ اور اس کے عیوب سے وہ اندھا بہرا ہو جاتا ہے اور محبوب چیز یا محبوب فرد کو اونچے سے اونچا مقام اور مرتبہ دینے سے گریز نہیں کرتا۔ اس محبت میں غلو اختیار کرنے کی وجہ سے نصاریٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو الوہیت کے مقام تک پہنچا دیا اور شرک و کفر میں مبتلا ہوئے اور جہاں بھی شرک پیدا ہوا، محبت ہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، نفرت سے شرک پیدا نہیں ہوتا، تاہم نفرت میں غلو اختیار کرنے کی وجہ سے یہودیت جیسی کفر و ضلالت پیدا ہوتی ہے۔ اور کبھی کبھار محبوب چیز کو حاصل کرنے میں حلال و حرام کی پرواہ نہیں کرتا۔ اسی طرح حدود شرعیہ کو پھلانگ کر انسان گمراہی میں پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح بغض اور نفرت بھی انسان کو راہ اعتدال سے نکال دیتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنے کلام پاک میں تنبیہ فرمائی ہے ولا یجسر منکم شنات قوم علی ألا تعدلوا اعدلوا هوأقرب للتعوی (الایۃ) یعنی کسی قوم کی دشمنی اور نفرت تم کو اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف کو چھوڑ بیٹھو عدل کرو کہ یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے، یعنی نفرت اور دشمنی بھی ایسی چیز ہے جو انسان کو اعتدال سے نکال دیتا ہے اس وجہ سے تنبیہ دی گئی کہ کسی قوم کی دشمنی تم کو اعتدال کے راستے سے نہ ہٹا دے اعتدال اور میانہ روی دین اسلام اور ایمان کا تقاضا ہے اس لئے قرآن وحدیث میں ان چیزوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو کہ راہ اعتدال سے ہٹانے والی ہیں۔ اور خبردار کیا ہے کہ ان چیزوں کے متعلق ہوشیار رہئے۔ اور محبت و نفرت بھی انہیں چیزوں میں سے ہیں۔ اسوجہ سے حدیث پاک میں ارشاد ہے ”من أحب لله وأبغض لله فقد استكمل الايمان“ (الحدیث) یعنی جس آدمی نے محبت اللہ تعالیٰ کے لئے کی اور نفرت بھی اللہ تعالیٰ کے لئے کی تو اس کا ایمان مکمل ہوا۔ کیونکہ جو محبت اور نفرت میں اعتدال پر رہا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس نے حقیقتاً راہ اعتدال اختیار کر لی ہے اور دوسرے معاملات میں بھی وہ اعتدال سے نہ ہٹے گا۔ اور اعتدال پر قائم رہنا ہی کامل ایمان کی علامت ہے، اور محبت اور نفرت میں حدود شرعیہ پر قائم رہنا اور ان دونوں چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع بنادینا ایمان مکمل ہونے کی ضمانت ہے۔

حدیث باب میں بھی ان دونوں چیزوں کو اعتدال پر رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ انسان کے اندر مختلف قسم کی قوتیں موجود ہیں۔ قوت حیوانی، قوت شہوانی، قوت غضبی وغیرہ لیکن شریعت مقدسہ ان تمام چیزوں کو نفس کے جذبات کے تابع استعمال کرنے سے منع فرماتا ہے۔ بلکہ ہر قوت کے استعمال کے لئے مقام اور محل کا تعین فرماتا ہے اور ان میں اعتدال اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔

اقتصاد کا مطلب: الاقتصان: قصد سے مأخوذ ہے بمعنی درمیانی چال چلنے کے، قرآن کریم میں یہ مادہ کئی جگہ اسی معنی میں مستعمل ہے ”واقصد فی مشیک و اغضض من صوتک (الایۃ) منهم أمة مقتصدۃ و کثیر منهم ساء ما یعملون“ وغیرہ آیات میں اسی اقتصاد اور اعتدال کی بہتری بیان کی گئی ہے

اور آج کل اقتصاد کو معاش اور معاشیات کا ہم معنی تصور کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی اعتدال اور میانہ روی کا معنی موجود ہے کہ سرمایہ کو مناسب انداز سے بہتر سے بہتر جگہ پر لگایا جائے۔ اسکی زیادہ بخل اختیار کرنا بھی نقصان دہ ہے اور نہایت بیدردی سے خرچ کرنا بھی تباہی کا باعث بن سکتا ہے۔ ولا تجعل يدك مغلولة الي عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوماً محسوراً (الایۃ) والذین اذا أنفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواماً (الایۃ) جیسا کہ اکثر اسلامی ممالک سرمایہ کو نہایت بے دردی سے خرچ کرتے ہیں۔ فضول خرچی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر امریکہ کے سامنے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں اور ان سے قرضے مانگتے ہیں اور بالآخر انکے سودی قرضوں تلے دب کر انکی محتاجی اور فقیری ان کا مقدر بن جاتا ہے، کاش کہ مسلمان قرآنی تعلیمات پر پختہ یقین رکھتے اور زندگی کے ہر شعبہ اور ہر مرحلہ میں قرآنی ہدایات پر عمل پیرا ہوتے تو کبھی بھی ان کو ذلت کا منہ دیکھنا نہ پڑتا۔

ع خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

دوستی اور دشمنی میں حد سے نہ بڑھو: أحب حسیک هوئاً ما الخ: یعنی اپنے دوست کے ساتھ دوستی کرو ایک حد میں رہ کر، سوچ اور احتیاط کیساتھ جذبات میں آ کر دوستی میں حد سے آگے نہ بڑھو۔ اور دوست پر ضرورت سے زائد اعتماد مت کرو گھر کے اندرون اور بیرون تمام اسرار اور پوشیدہ راز اس کے سامنے ظاہر مت کرو کیونکہ آج کا دوست کل کو دشمن بھی بن سکتا ہے۔ اگر خواہناستہ یہی دوست کل کو دشمن بن گیا تو آپ کے گھر کے تمام پوشیدہ چیزوں اور خفیہ رازوں سے وہ واقف ہوگا لہذا اس قسم کے مختلف پہلوؤں سے آپ کو نقصان پہنچانے میں اس کیلئے کوئی مشکل نہ ہوگا، نیز اگر اسکے دل میں آپ کے ساتھ خفیہ دشمنی پیدا ہوگئی اور آپ اس پر پورا اعتماد کر رہے ہیں، اپنے اہل اور مال کے بارے میں بعض امور اسکے واسطے سے انجام دیتے ہو، تو ایسے حالات میں وہ آپ کو مختلف قسم کے پریشان کن اور مہلک خطرات سے دوچار کر سکتا ہے۔

اسی طرح دشمن کے ساتھ دشمنی میں بھی حد سے بڑھنا نہیں چاہیے کیونکہ حالات بدلتے رہتے ہیں، آج کا دشمن کل دوست بھی بن سکتا ہے، اگر دشمنی کی حالت میں تم نے اس کی ایذا رسانی اور اس کی بے عزتی تو آبروریزی میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہو تو دوست بن جانے کے بعد آپ اس کے سامنے پشیمان اور شرمندہ ہوں گے۔ اس لئے دوسرا جملہ یہ ارشاد فرمایا، و ابغض بغیضک هوئاً ما عسی ان یکون حبیبک یوماً ما۔ یعنی اپنے دشمن کے ساتھ دشمنی بھی آرام سے، سوچ اور احتیاط سے کرو جذبات میں آ کر حد سے تجاوز نہ کرو ہو سکتا ہے کہ یہ دشمن کسی دن آپ کا دوست بن جائے، ہم لوگوں کی ایک بڑی کمزوری یہ ہے کہ معمولی فروعی اختلافات یا سیاسی اختلافات میں واقع ہو کر تمام خونی اور ایمانی وفد ہی رشتوں کو توڑ ڈالتے ہیں۔

حکمت کی تعلیم: ع یہ کہ دشمن کی حالت میں دشمنی کو رکھنا اور دشمنی کی حالت میں دوستی کی

حالت کو ملحوظ رکھنا، نیز مالدار کی حالت میں فقیروں اور تنگدستی کی حالت کو اور جوانی میں بڑھاپے کو صحت کی حالت میں بیماری کو اور زندگی میں حالت موت کو ملحوظ رکھنا وغیرہ یہ وہ حکمت اور دوراندیشی کی باتیں ہیں جنہیں امت کو سکھانے کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ معبوث ہوئے ہیں و یعلمہم الکتب والحکمة اور آپ ﷺ نے کھل کر واضح الفاظ میں انہیں بیان کر کے اپنی رسالت اور امت کی خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے پیارے رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

باب ما جاء فی الکبر تکبر کا بیان

حدثنا ابو هشام الرفاعي، اخبرنا ابو بكر بن عياش عن الأعمش عن ابراهيم عن علقمة عن عبد الله قال: قال رسول الله ﷺ لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من كبر، ولا يدخل النار من كان في قلبه مثقال حبة من خردل من ايمان، وفي الباب عن أبي هريرة وابن عباس وسلمة بن الاكوع وأبي سعيد هذا حديث حسن صحيح.

ترجمہ: حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر تکبر موجود ہو، اور وہ آدمی جہنم میں داخل نہ ہوگا جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان موجود ہو۔ اس باب میں حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت سلمہ بن الاکوع اور حضرت ابوسعیدؓ سے بھی روایات آئی ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

توضیح و تشریح: تکبر: دوسروں پر اپنے آپ کو بڑا سمجھنے کا نام تکبر ہے۔ نیز حق کی تردید کرنا، حق کو نالنا اور دفع کرنا اور حق کو باطل سمجھنا بھی تکبر ہے جیسا کہ آنے والی روایت میں اس کی وضاحت ہوگی۔ تکبر نفس کی مہلک بیماریوں میں سے ایک ہے اور ایک انتہائی فتنہ اخلاقی خرابی ہے دل میں اگر یہ خرابی موجود ہے تو اس سے انسان کے بڑے بڑے نیک اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور تکبر کرنے والے پر حق تعالیٰ کو غصہ آتا ہے کیونکہ بڑائی اور کبریاء اللہ تعالیٰ کا لباس ہے (کما یلق بشانہ) اور تکبر کرنے والا گویا اللہ تعالیٰ سے اس کا لباس چھیننے کی کوشش کرتا ہے چنانچہ ایک حدیث پاک میں یہ مضمون بیان کیا گیا ہے کہ: اور کبریا (بڑائی) میری چادر ہے۔ پس جو آدمی اس میں میرے ساتھ الجھتا ہے تو میں اس کو منہ کے بل جہنم میں ڈال دوں گا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تکبر تو اللہ تعالیٰ کی صفت اور کہا گیا کہ تخلقوا باخلاق اللہ اگر بندہ اس صفت کو اپناتا ہے تو عتاب کیوں؟ جواب یہ ہے کہ کبر حاس کی بعثت حاصل ہے مگر اسے اپنا کردار صفت جھوٹ بولتا ہے۔ تکبر کرنے

والا دراصل جھوٹا ہوتا ہے، کیونکہ کبر اور بڑائی انسان میں ہے ہی نہیں اور یہ اپنے آپ میں بڑائی ظاہر کرنے کی کوشش کرتا ہے، تو یہ جھوٹا دعویٰ کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا لباس زیب تن کرنا چاہتا ہے حالانکہ کسی دنیاوی چیف اور تھانیدار وغیرہ کا جو خاص یونیفارم ہوتا ہے، قانوناً کسی غیر آدمی کو اس یونیفارم کے پہننے کی اجازت نہیں ہوتی لہذا اگر کوئی آدمی تھانیدار نہ ہو اور تھانیدار کا لباس پہنے تو حکومت اس شخص کو گرفتار کر کے اس کو سخت سزا دے گی کیونکہ اس نے جلماسازی کی ہے۔ افسر اور چیف کا یونیفارم کسی کو استعمال کرنے کی جرات نہیں ہوتی تو کیسی سنگین سزا کا مستحق ہو گا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کا لباس خاص اور یونیفارم کو زیب تن کر رہا ہو؟ اس وجہ سے حدیث قدسی میں آیا ہے کہ جو میرے لباس کو چھیننا چاہتا ہے تو میں اس کو اوندھے منہ جہنم میں ڈال دوں گا۔ لہذا تکبر بہت بری خصلت ہے، ابلیس بھی تکبر کی وجہ سے ملعون ہوا۔

أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ (الایۃ) اَنَا خَيْرٌ مِنْهُ خَلَقْنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ (الایۃ)

تکبر عز ازل را خوار کرد بزدان لعنت گرفتار کرد

چوں دانی تکبر چراے کئی خطاے کئی و خطاے کئی

انسان کس طرح تکبر کرتا ہے؟ کیا وہ اپنی اصل خلقت کی طرف نہیں دیکھتا کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔ ایک حقیر قسم کے پانی کے قطرے سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کے شان سے تکبر لائق نہیں ہے۔

حکایت: ایک بادشاہ ایک دفعہ اپنے شاہانہ شان و شوکت میں حشم و خدم کے ساتھ کسی راستے سے گزر رہا تھا کہ اس دہان ایک مجذب پران کا گزر ہوا، مجذب اپنی حالت میں ایسا گم تھا کہ بادشاہ کی طرف زرہ برابر التفات نہ کیا۔ بادشاہ نے اس کے قریب آ کر اس سے کہا کہ اُنَعرِف من اَنَا؟ تو مجھے جانتا ہے کہ میں کون ہوں؟ مجذب نے پوری استغناء سے کہا: ہاں میں تمہیں جانتا ہوں، اُوَلك عذرة، وَاخرک مذرہ۔ وَاَنْتَ تحمل بين ذلک قذرة، یعنی تیرا اول گندگی ہے (یعنی منی کا قطرہ) اور تیرا آخر بھی گل سڑ کر گندگی بنتا ہے۔ اور اول و آخر کے درمیان تو پاخانہ سے بھرا ہوا پھر رہا ہے۔

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبَرٍ

وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ اِيْمَانٍ۔

حاصل اس حدیث کا یہ ہے کہ جس کے دل میں زرہ برابر تکبر ہو تو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ اور جس کے دل میں ذرہ برابر ایمان ہو وہ جہنم میں داخل نہ ہوگا، یعنی تکبر ایسی صفت ہے کہ ایمان کیساتھ اس کی منافاة ہے اور ایمان اور تکبر دونوں جمع نہیں ہو سکتے۔ پس جبکہ اس کے دل میں تکبر ہے تو ایمان نہیں ہے اور جب ایمان نہیں ہے تو جنت میں کیسے داخل ہوگا؟ اس تاویل کے مطابق تکبر سے مراد ایسا تکبر ہے جو کہ ایمان لانے سے مانع ہو، پس ظاہر ہے کہ جو شخص ایمان لانے سے تکبر کرتا ہو تو ایسا زرہ برابر تکبر بھی ہوگا ایمان نہ ہوگا۔ پس جنت میں بھی داخل نہیں ہو سکے گا۔

یا تاویل اس کی یہ ہے کہ اس تکبر کا بدلہ اور سزا ملنے کے بغیر وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ یا مطلب یہ ہے کہ آج اس کے دل میں تکبر تھوڑا سا ہے لیکن یہ ایک بیج ہے جو کہ دل میں بویا گیا ہے اگر اس کو اکھاڑ کر نہ پھینکا جائے تو یہ پھل پھول کر زیادہ ہوگا اور بالآخر اتنا زیادہ ہوگا کہ ایمان سلب ہو جائے گا تو جنت سے محروم ہوگا۔

ولا يدخل النار من كافي قلبه مثقال حبة من إيمان الخ: یعنی جس کے دل میں زرہ برابر ایمان ہو تو وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا اس دخول سے مراد بے ایمانوں اور کافروں جیسا دخول ہے لہذا اعصا ایمان والوں کا بقدر مصیبت جہنم میں داخل ہونے کا منافی نہیں ہے کیونکہ یہ دخول ابدی دخول اور کفار کی طرح دخول نہیں ہے۔

○ حدثنا محمد بن المثنى وعبد الله بن عبد الرحمن قال ثنا يحيى بن حماد ثنا شعبة عن عن أبان بن تغلب عن فضيل بن عمرو عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله عن النبي ﷺ قال: لا يدخل الجنة من كان في قلبه مثقال ذرة من كبر. ولا يدخل النار من كان في قلبه مثقال ذرة من إيمان. قال: فقال رجل إنه يعجبني أن يكون ثوبى حسناً ونعلى حسناً قال إن الله يحب الجمال ولكن الكبر من بطل الحق وغمص الناس. هذا حديث حسن صحيح غريب.

توضیح و تشریح: یہ روایت اور گزشتہ روایت دونوں ایک جیسی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں تھوڑے سے تکبر کیلئے بطور تمثیل مثقال حبة من خردل “ (رائی کے دانے کے برابر) کے الفاظ مذکور ہوئے تھے اور اس روایت میں مثقال ذرة (ذره برابر) کے الفاظ ذکر ہوئے۔ حاصل دونوں کا ایک ہے۔ اور دونوں قسم کے الفاظ کسی چیز کی بہت قلت اور کمی بیان کرنے کیلئے استعمال ہوتے ہیں۔

حبة من خردل: رائی کے دانے کو کہا جاتا ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ کلونجی کو کہا جاتا ہے جس کو عربی زبان میں ”الحبة السوداء“ (کالا دانہ) کہتے ہیں اور ”ذرة“ بعض کے نزدیک چھوٹی سرخ رنگ کی چینی کو کہا جاتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک کمرے کے روشن دان میں اندر آنے والی سورج کی شعاع میں جو ہوا میں تیرتے ہوئے گرد و غبار کے اجزاء نظر آتے ہیں ان میں سے ہر ایک جز ذره کہلاتا ہے۔ اردو میں بھی یہ اجزاء ذرات کہلاتے ہیں اور یہ تمام چیزیں قلت میں مبالغہ بیان کرنے کیلئے بطور تمثیل ذکر کی جاتی ہیں۔

عمرہ لباس پہننا تکبر نہیں اگر تکبر کیلئے نہ ہو: دوسرا فرق یہ ہے کہ اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ بیان ہوا ہے: فقال رجل إنه يعجبني أن يكون ثوبى حسناً ونعلى حسناً الخ اس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے

تکبر کی برائی بیان فرمائی تو ایک صحابی نے فوراً اپنے دل کا جائزہ لے لیا، اور جان لیا کہ جیسا کہ تکبر کرنے والوں کی عادت ہوتی ہے کہ حسین منظر و ہیئت بناتے ہیں فخر و غرور کیلئے خوبصورت لباس پہنتے ہیں اور ٹھاٹ باٹ میں چلتے پھرتے ہیں۔ میرا دل بھی تو کچھ ایسا ہے کہ عمدہ اور خوبصورت لباس کو پسند کرتا ہے، جوتے اچھے ہوں تو خوش ہوتا ہے، کہیں یہ تکبر نہ ہو تو فوراً اپنے دل کی کیفیت کو بیان کر کے جناب رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھ دیا۔ انہ یعجببنی ان یکون ثوبی حسنا ونعلی حسنا (اے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر! مجھے بھی تو یہ پسند ہے کہ میرے کپڑے خوبصورت ہوں، میرے جوتے خوبصورت ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ان اللہ یحب الجمال، ولكن الکبر من بطر الحق و غمص الناس یقیناً اللہ تعالیٰ جمال کو پسند فرماتا ہے۔ البتہ تکبر یہ ہے کہ کوئی آدمی حق کو ٹھکرا دے۔ اور لوگوں کو حقیر سمجھے۔ ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ ان اللہ جمیل یحب الجمال، بے شک اللہ تعالیٰ جمیل ہے، اور جمال کو پسند کرتا ہے۔ غرض یہ کہ جب کوئی دوسروں پر اپنے آپکو بڑا ظاہر کرنے کیلئے اور دوسروں کو حقیر سمجھ کر اچھے اور قیمتی لباس پہنتا ہو تو تب تو یہ تکبر ہے، نیز اگر اپنے حسن و خوبصورتی، شباب و جوانی اور مال و نعمت کے نشے میں مست ہو کر حق بات کے مقابلے پر اتر آیا اور حق کو ٹھکرانے لگا اور حق بات اور صحیح مسئلہ کو قبول نہیں کرتا کیونکہ یہ اپنے آپکو مستغنی سمجھتا ہے اور اسکا فخر و غرور اس کو حق کیلئے متناقد ہونے نہیں دیتا، یہی تکبر ہے، پشتون قوم میں بھی یہ بیماری ہے کہ اگر صاف واضح ہو جائے کہ یہ رسم خلاف شرع ہے لیکن یہ اپنے آپکو ضرور پشتون سمجھتا ہے، اور اسکی پشتو کی روایات اس کو اسلامی روایات کے قبول کرنے سے مانع بنتی ہیں۔ یہی تکبر ہے، اگر حق کے سامنے سر تسلیم خم کیا ہو، اور لوگوں کو بھی حقیر نہیں سمجھتا ہو لیکن نظافت اور پاکیزگی اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کیلئے عمدہ لباس پہنتا ہو، عمدہ سے عمدہ لباس پہن کر بھی کمزوروں، غریبوں اور ناداروں کو اپنے آپ سے بہتر سمجھتا ہو، تو یہ تکبر نہیں ہے، اگرچہ اسکو یہ پسند ہے کہ میرے کپڑے عمدہ ہوں، جوتے اچھے ہوں، مکان اچھا اور خوبصورت ہو، موٹر کار وغیرہ قیمتی ہو، یہ تکبر نہیں ہے بلکہ جسکو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی نعمت دی ہو، تو اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ اسکی نعمتوں کا اثر اس پر ظاہر ہو

○ حدثنا ابو کریب ثنا ابو معاویة عن عمر بن راشد عن ایاس بن سلمة بن الأكوع عن أبيه قال: قال رسول الله ﷺ: لا يزال الرجل يذهب بنفسه حتى يكتب فی الجبارین فیصیبه ما أصابهم، هذا حدیث حسن غریب۔

ترجمہ: حضرت ایاس بن سلمہ بن الاکوع اپنے باپ (سلمہ ابن الاکوع) سے روایت کرتے ہیں کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک آدمی اپنے آپ کو بلند اور اونچا کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ جبارین میں سے لکھا جاوے گا، پھر اس کو بھی وہی عذاب پہنچ جائے گا جو کہ ان (جبارین، فرعون، هامان، قارون وغیرہ) کو پہنچ چکا تھا۔

توضیح و تشریح: اس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اپنے نفس کو بلند اور اونچا کرتا رہا اور اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دیتا رہا اور اپنے آپ کو بڑا اور محترم و مکرم سمجھتا رہا اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کا نام جبارین متکبرین کے دیوان میں درج کرایا جائے گا۔ اور پھر ان جبارین فرعون ہامان اور قارون وغیرہ کو جو عذاب ملا ہوئے جابر بھی اس قسم کے کسی عذاب کے ساتھ ہلاک ہوگا۔ نیز آخرت میں بھی اس کا حشر ان جبارین متکبرین کے ساتھ ہوگا۔ (اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا)

○ حدثنا علی بن عیسیٰ بن یزید البغدادی ثنا شبابة ابن سوار أخبرنا ابن ابی ذئب عن القاسم بن عباس عن نافع بن جبیر ابن مطعم عن ابیہ قال: یقولون لی فی التیہ 'وقد رکت الحمار ولبست الشملة وقد حلبت الشاة وقد قال لی رسول اللہ ﷺ من فعل هذا فلیس فیہ من الکبر شیئ'، هذا حدیث حسن غریب۔

ترجمہ: حضرت نافع بن جبیر بن مطعم اپنے باپ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت نقل کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے کہ لوگ کہتے ہیں کہ میرے اندر تکبر موجود ہے حالانکہ میں تو ایسا ہوں کہ میں گدھے کی سواری کر چکا ہوں پھٹے پرانے کپڑے پہن چکا ہوں۔ اور بکری کا دودھ دوہ چکا ہوں اور جناب رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جس نے یہ مذکورہ کام کر دیئے ہوں تو اس میں ذرہ برابر تکبر نہیں ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

توضیح و تشریح: اس روایت کا یہ حاصل ہے کہ بعض لوگوں میں کچھ ایسی طبعی صفات پائی جاتی ہیں جن پر لوگ تکبر کا گمان کرتے ہیں مثلاً بعض لوگوں کا مزاج ایسا ہوتا ہے کہ اس کو غلوت اور تنہائی اچھی لگتی ہے، لوگوں کیساتھ زیادہ میل ملاپ نہیں رکھتا، بعض افراد کے چلنے میں کچھ ایسا انداز ہوتا ہے کہ بظاہر وہ فخر اور غرور معلوم ہوتا ہے لیکن وہ اس کی طبعی عادت ہوتی ہے۔ تکبر اور غرور نہیں ہوتا اس وجہ سے یہ صحابی حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں کہ میرے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ اسکے نفس میں کچھ غرور اور تکبر ہے۔ حالانکہ میں نے تو کبھی اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھا۔ کبھی تکبر نہیں کیا۔ جس کی علامت یہ ہے کہ میں نے گدھے کی سواری کی ہے اس سے کبھی عار نہیں سمجھا۔ پھٹے پرانے کپڑے بھی پہن لیتا ہوں، بکریوں کا دودھ دوہتا ہوں، ایسے کام ہیں جنکے بارے میں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے یہ کام کئے اس آدمی میں تکبر نہیں ہوتا۔ چنانچہ خود جناب رسول اللہ ﷺ نفس نفیس اپنی بیویوں کیساتھ گھر کے کام کاج میں حصہ لیتے تھے اپنے کپڑے خودی لیتے تھے۔ نیز بکری وغیرہ کا دودھ دوہتا، مکان میں جھاڑو دیتا، جوتے صاف کرنا، سالن پکانا وغیرہ مختلف کام خود کرنے سے سنت نبوی ﷺ بھی زندہ ہوتی ہے اور انسان کے نفس کا غرور بھی ختم ہو جاتا ہے۔